خاتم النبیین

قرآن خالص کی روشنی میں

از طرف

اورنگزیب یوسفزئی

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان — اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

زیر نظر کتابچہ "عقیدہء ختم نبوت" کے ضمن میں، خالص قرآنی تناظر میں بحث و وضاحت پر مبنی ہے۔ مقصد پیش نظر صرف یہ ہے کہ اس عقیدے کی وثاقت کو قرآن حکیم کے ان جدید تراجم و تفاسیر کی رو سے جانچا جائے جو عربی ادب و گرامر کے اصولوں کے معیار پر پورے اترتے ہیں، اور تحقیق کے ذریعے اس کی درستگی یا عدم درستگی کے بارے میں کسی فیصلہ تک پہنچا جائے۔

یاد رہے کہ ہمارا یہ عقیدہ اپنی ترویج اور مقبولیت کیلئے قدیمی تفاسیر کا محتاج ہے جن کے تراجم و تشریحات خالصتاً قرآنی نصوص کے مطابق ثابت نہیں ہیں، بلکہ روایات [احادیث] اور شان نزول کی بیساکھیوں پر کھڑی نظر آتی ہیں۔ ذرا کوئی بیساکھی کھینچ دیں، تمام تر موقف دھڑام سے زمین بوس ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم اپنے الہامی منصب و مرتبے کے باوصف کسی بیساکھی کا محتاج نہیں۔ اپنی تفسیر خود آپ کرتا ہے۔ اور ایک ایسی عظیم اور متحد انسانی تہذیب کے قیام کیلئے ایک مثالی ضابطہء کردار کی سمت جامع راہنمائی فراہم کرتا ہے، جو کسی بھی قسم کے امتیاز، تعصب اور استحصال سے بالاتر ہو اور سب کو بنیادی ضروریات زندگی کی یکساں فراہمی کی ضمانت دیتا ہو۔

راقم شکر گزار ہو گا اگر قارئین اس تحریر کو پڑھنے سے قبل قلب و ذہن کو تمامتر ماقبل جاگزیں عقائد و نظریات سے پاک فرمالیں کیونکہ اس لازمی ابتدائی تطہیر کے بغیر حقیقت ابدی کو جاننے اور تسلیم کرنے کی کوشش کار لاحاصل ہو گی۔ یہ تاکید اس ناچیز کی جانب سے ہرگز نہیں، بلکہ اس مالک کائنات کی جانب سے کی گئی ہے جسکے کلام عالی کو سمجھنے کا فریضہ ہم سب پر عاید کیا گیا ہے، اور یہ حتمی فرمان (caution) ان الفاظ میں صادر کیا گیا ہے:-

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ O فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ O لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

(56/77-79)

[ترجمہ] بیشک یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے۔ ایک مخطوطے میں محفوظ۔ اس سے "مس" صرف وہی حاصل کر پائیں گے جو اپنے قلب و ذہن کی تطہیر کر چکے ہوں۔

[واضح ہو کہ "مس"، لفظ "لمس" کے مرادفات میں سے نہیں ہے۔ اس لئے اس کا مطلب لفظی معنوں میں physical touch سمجھنا مناسب نہیں۔ بلکہ "قریبی understanding" لفظ "مس" کی سب سے بہتر تشریح معلوم ہوتی ہے]۔

فی الحقیقت مضمون ھذا کی وجہ تحریر محترمی ڈاکٹر قمر زمان کے زیر تکمیل قرآنی ترجمہ کی متعلقہ نص ہے، جس کی تفہیم و قبولیت کی راہ میں قدیمی روایتی عقائد رکاوٹ بن رہے ہیں اور ایک درجہ اضطراب اور ہچکچاہٹ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ رائے عامہ کی شدید مخالفت کا اندیشہ بھی منفی عوامل میں سے ایک بڑا عامل ہے۔ تاہم رائے عامہ وہ عنصر ہے جو ہموار ہوتے ہوتے ہوتا ہے۔ قبل ازیں بھی صلات و صوم و حج کے روایتی نظریات میں جوہری تبدیلیاں رائے عامہ کی شدید مخالفت کا سامنا کر چکی ہیں۔ الحمد للہ کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب ایک قابل لحاظ اکثریت ان نظریات کو قرآن خالص سے پیش کردہ روشنی میں دیکھنے پر آمادہ ہے۔ اور ان کا حقیقی تصور مقبولیت کے گراف میں اوپر کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک نئی دنیا عالم وجود میں آیا چاہتی ہے، ایک ایسی دنیا جو صرف قرآن کے عروۃ الوثقیٰ کو مضبوطی سے تھامے ہوگی اور تمام ازکار رفتہ مذاہب، نظریات، عقائد و اوہام وقت کے کارواں کی دھول میں معدوم ہو جائینگے:-

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائیگی

اس قدر ہوگی ترنم آفریں باد بہار
نگہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائیگی

آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک
بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائیگی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

[اقبال]

سورۃ احزاب کی آیت مبارکہ نمبر چالیس [33/40] کے تناظر میں قرآنی اصطلاح "خاتم النبیین" کی، خالص عربی ادب و گرامر کے اصولوں کی روشنی میں، نہایت تسلی بخش تفہیم من جانب جناب محترم ڈاکٹر قمر زمان پیش کی جا چکی ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا، یہ تفہیم موصوف محترم کے زیر تکمیل ترجمہ قرآن کے ضمن میں سپرد قلم کی گئی ہے اور انگلش اور اردو ہر دو زبانوں میں ویب سائٹ پر موجود ھے۔ کیونکہ استفسارات کا ہجوم در پیش ھے، اس سبب سے یہ بہتر باور کیا گیا کہ موصوف محترم کی طرف سے ماقبل میں کی گئی دونوں زبانوں کی علیحدہ علیحدہ توضیح کو یکجا کرتے ہوئے ایک اور مدلل و مفصل تشریح پیش کر دی جائے جو اطمینان قلب و ضمیر کا مرجع بنے اور داعیان قرآن کیلئے تبلیغ و توضیح کا اہم فریضہ ادا کرنا سہل کر دے۔

خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کا ترجمہ ہماری روایتی تفاسیر میں سے اکثر میں تقریباً درست ہی درج کیا گیا ہے یعنی "نبیوں یا نبوت کی مہر"۔ البتہ مذہبی پیشوائیت کی طرف سے قوسین کے اندر کئے جانے والے من مانے اضافوں سے اسکا مفہوم اپنی اصل سے بہت دور لے جایا جا چکا ھے۔ "مہر" کا معنی "آخری" یا "اختتام" اخذ کر لیا گیا ہے اور آقائے نامدار کو "نبیوں کی مہر" کے حقیقی قرآنی لقب سے محروم کرتے ہوئے، "آخری نبی" قرار دے کر، اس نظریے کو ایمان کا جزو بنا دیا گیا۔ اسی بنیاد پر مسئلہء ختم نبوت ایک حساس مذہبی محاذ آرائی کا موضوع بنا رہا۔ ناقص علم پر مبنی تنگ نظری کے باعث کسی بھی جھوٹے مدعی نبوت کے لغو دعوے کو فضول اہمیت دے کر، بلاجواز آقائے نامدار کی حرمت و منصب پر حملہ قرار دے دیا گیا۔ گویا اس عظیم الہامی مندوب

کی ناقابل رسائی ودسترس عظمت کو قابل دست اندازی فرض کرنے کے گناہ کا ارتکاب کیا گیا۔ اور اسی مفروضے کی آڑ لے کر تحاریک برپا کی گئیں۔ عوام الناس کو گمراہ کرتے ہوئے ان کے مذہبی جذبات کو اشتعال دے کر ذاتی اقتدار اور انا پرستی کی خاطر ہنگامہ آرائیوں اور فتنہ پروریوں کو فروغ دیا گیا۔ غرضیکہ وہ سب کیا گیا جو کلام اقبال کے اس ذومعنی مصرعے کے مصداق تھا کہ:

دین ملّا فی سبیل اللہ فساد

آقائے نامدار کے آخری نبی ہونے کا نظریہ اس شدت سے ابھارا گیا کہ اب روایت پرست تو کجا، یہ پوری ملت کے مزاج، عقیدے اور یقین کے لازمہ کی حیثیت اختیار کر چکا ھے۔ اس لئے عربی ادب و گرائمر کے قوانین کی رو سے کیا گیا درست ترجمہ قرآنی بھائیوں کیلیئے بھی ھضم کرنا خاصا مشکل نظر آنے لگا ھے۔ حالانکہ اس ناچیز کی ذاتی رائے میں صرف یہی حقیقت اس نظریے کی نفی کیلیئے کافی ہونی چاہیئے تھی کہ آخری نبی ہونے کا دعویٰ تو اتنا عام ہے کہ ہر مذہبی گروپ اپنے اپنے نبی کو آخری یا فائنل ماننے کا دعویدار ہے۔ مسلمان مذہب پرستوں نے بھی اسی روایت کا اتباع کر کے کونسی نئی حقیقت کا انکشاف کیا ھے۔ دین کو مذہب بنا دینے والوں کا یہی تو ایک تخصص ہے کہ خدائی نظریات میں انسانی ملاوٹ کی آمیزش کی جاتی رہے۔

دوسری طرف یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ آخری نبی کا خطاب دینا یقیناً نبی کی اعلیٰ خصوصیات میں مزید اضافہ کا باعث نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ رسولوں میں کسی بنا پر کوئی بھی فرق نہیں فرماتا۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ [2/285]۔

اس نوعیت کا زعم برتری سوائے بین المذاہب منافرت و تعصب پیدا کرنے کے کسی بھی مثبت مقصد کی طرف پیش قدمی نہیں ہے۔ تو قارئین یہ سوال اب ہر سوچنے والے ذہن میں پیدا ہو چکا ہے کہ اس معاملے میں اندھے عقیدے اور تقلیدی ایمان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ کیا طریقہ

ہو جس سے اس عمومی دعوے کی قلعی کھل کر حقیقت واضح ہو جائے۔ جس سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کے اس عقیدے کے بارے میں عقلی فیصلہ ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ ہمارے پاس فائنل اتھارٹی کا درجہ کوئی بھی انسان نہیں رکھتا، بلکہ کلام الٰہی یعنی قرآن ہی یہ درجہ رکھتاھے۔ اور متعلقہ آیت مبارکہ کا درست ترجمہ ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔ تو آیئے اب آیت مبارکہ 40/33 کا ترجمہ اور تحلیل پیش کر دی جاتی ہے تاکہ قارئین پر معاملہ فہمی آسان ہو جائے۔

و مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔

[عمومی ترجمہ]: "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغامبر اور نبیوں [نبوت] کی مہر [یعنی اسکو ختم کر دینے والے] ہیں"۔

[40/3] مولانا فتح محمد جالندھری

اس عمومی ترجمہ میں کچھ غلطیاں ہیں جن کا تجزیہ نہایت باریک بینی سے کرنے کی ضرورت ھے:

۱۔ سب سے قبل تو ہم قوسین کے درمیان لکھا اضافہ ختم کر دیتے ھیں کیونکہ کلام الٰہی میں اضافہ کرنے کا نہ کسی انسان کے پاس جواز ہے نہ اختیار۔ تفسیر میں البتہ الفاظ کے مختلف معانی کی تفصیل اور کوئی خاص معنی اختیار کرنے کا جواز دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ دوسرا قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ جملہ کا اسلوب تقابل ضدین کا ھے۔ [یعنی محمد "یہ" نہیں بلکہ اس کے برعکس "وہ" ہے] ۔ یعنی یہاں دو متضاد حقائق کا موازنہ کیا گیا

ہے۔ آیئے چیک کریں کہ آیا "مردوں میں سے کسی کا والد ہونا" اور "اللہ کا پیغامبر ہونا" دو[۲] عدد متضاد یا متقابل صفات قرار دی جا سکتی ہیں؟ یقیناً نہیں - کیونکہ انسان بیک وقت "مرد کا والد" اور "اللہ کا پیغامبر" بغیر کسی ممانعت کے ہو سکتا ہے۔ حضرات نوح، ابراھیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے فرزندان کا ذکر ہمارے سامنے ہے- تو ثابت یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں الفاظ میں سے کسی ایک کا ترجمہ غلط ہے۔ اسی لئے جملہ کی تقابل ضدین کی صفت اپنا جواز کھو رہی ہے۔ اب یہ تو طے ہے کہ "رسول اللہ" کا ترجمہ غلط نہیں ہو سکتا- لہذا ثابت ہوا کہ تقابل کے پہلے حصے میں "اباَء" اور "رجالکم" کے تراجم میں غلطی کی گئی ہے۔ آیئے دیکھیں کہ کیا غلطیاں کی گئی ہیں اور ان الفاظ کے صحیح اردو مرادفات، متن کے سیاق و سباق میں، کیا ہو سکتے ہیں-

۱- "اباء" {جمع آباَء} کا معنی باپ ہی نہیں، بزرگ ہستی، قوم کا بڑا، پیشوا اور لیڈر بھی ہوتا ہے۔

۲- اسی طرح "رجل" مرد کے علاوہ، مردانگی رکھنے والا، بہادر، مرد میدان، وغیرہ بھی ہوتا ہے۔

اب اسلوب بیان کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارا چناو وہی ہونا چاہیئے جو تقابل ضدین کے بیان کردہ اسلوب کا اثبات کرتا ہو- اسی لحاظ سے محترم ڈاکٹر قمر زمان نے ان الفاظ کا ترجمہ بالترتیب "پیشوا" اور "مردان میدان" کیا ہے۔ آپ مردان میدان کی جگہ مردان قوم یا غالباً فرزندان قوم بھی کہہ سکتے ہیں۔

۳- "خاتم" - اس لفظ کا عمومی ترجمہ " مہر" کیا گیا ہے جو صحیح ہے۔ مگر واضح ہو کہ "مہر" دراصل "ختم" ہوتی ہے، جبکہ یہاں لفظ "خاتم" آیا ہے، جو اسم الفاعل ہے اور جس کا معنی "مہر" نہیں بلکہ "مہر لگانے والا" ہو گا۔ "مہر لگانے والا" لغوی ترجمے کی رو سے سیل لگانے والا، سٹیمپ لگانے والا، ثبت کرنے والا، محفوظ کرنے یا توثیق کرنے والا، authorize کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے آیت زیر بحث کی نسبت سے خاتم کا معنی نبیوں کی مہر لگانے والا، یعنی مہر لگا کر نبیوں کو authorize یا validate یا authenticate کرنے والا، نبیوں کے تعین کی توثیق کرنے والا ہی ہوں گے۔

"ختم" کے دوسرے معانی میں موڑ دینا/گریز کرنا/جھجکنا/نہ سمجھ پانا/دل کو ایمان لانے سے روکنا/سماعت سے محرومی کا ڈھونگ کرنا وغیرہ بھی آتے ہیں۔ انہی میں سے ایک معنی میں یہ لفظ مولائے کریم نے اپنے ارشاد ۔۔۔"ختم الله على قلوبهم و على سمعهم" (2/7) میں استعمال فرمایا ہے، یعنی "اللہ تعالٰی کے قانون نے ان کے قلوب کو سمجھنے سے اور سماعتوں کو سننے سے محروم کر دیا ہے۔

عمومی روایتی تراجم کی غلطیاں واضح کرنے اور تصحیح کرنے کے بعد اب درست ترجمہ اسطرح ہو گا:-

"محمد تمہارے مردان میدان میں سے کسی کے پیشوا نہیں ہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے احکامات کے پہنچانے والے کا درجہ رکھتے ہیں اور دیگر نبیوں کی توثیق کرنے کی اتھارٹی ہیں"۔

پس ثابت ہوا کہ رسالتمآب کو نبی آخر الزماں کہنا صرف روایتی تصور ہے۔ قرآن اس تصور کی حمایت یا تصدیق نہیں کرتا۔

یقیناًاس مرحلے پر، باقی امور واضح ہو جانے کے بعد، اب قارئین کیلئے "دیگر نبیوں" کی اصطلاح بہت سی الجھنوں کا سبب بن رہی ہو گی۔ یہ الجھنیں درج ذیل قسم کی ہو نگی:-

۱۔ رسول اللہ کے زمانے میں دیگر نبیوں کے وجود کا ہونا[جو قرآن ثابت کر رہا ہے] آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

۲۔ نبی/رسول تو اللہ کی طرف سے متعین کئے جاتے ہیں۔ رسالتمآب کا ان کے تعین و توثیق سے کیا تعلق ہے؟

۳۔ کیا نبیوں/رسولوں کا سلسلہ رسالتمآب کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو چکا؟

۴۔ اگر ہم دیگر[اللہ کے مقرر کردہ] نبیوں/رسولوں کی آمد مان لیں، تو پھر موجودہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کیا موثر ثبوت دیا جائے؟

۵۔ کیا واقعی عوام میں سے رسولوں کا سلسلہ مستقل قائم رہتا ہے؟

۱۔ رسول اللہ کے زمانے میں دیگر نبیوں کا وجود

رسول اللہ کے زمانے میں دیگر نبیوں کا وجود جناب عالی مقام کو قرآن میں، آیت 33/40 کے ذریعے نبیوں کا authorizer اور validater مقرر کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ زمانہ حال و مستقبل[یعنی مضارع] کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اسی حقیقت کو اسطرح ثابت کیا گیا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ [۳/۲۱]

[ترجمہ] جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں / کریں گے [یکفرون] اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں / کریں گے [یقتلون]، یعنی [و] عام انسانوں میں سے [من الناس] ان کو قتل کرتے ہیں / کریں گے [یقتلون] جو عدل کے نفاذ کے ذمہ دار ہیں [یامرون بالقسط]، تو تم ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

اس ترجمے کے اہم نکات ملاحظہ فرمایئے جو بات کو بالکل واضح کر دیتے ہیں:-

۱۔ لوگ اللہ کی آیات کا انکار زمانہء نبی میں بھی کرتے تھے اور کرتے رہینگے۔ [یہ حقیقت آپ اپنے معاشرے میں بھی کثرت سے مشاہدہ کر رہے ہونگے]

۲۔ رسالتمآب کے زمانے میں دیگر نبی بھی موجود ہوتے تھے، جن کو قتل کیا جاتا تھا۔

۳۔ یہ نبی عام انسانوں میں سے مقرر کیے جاتے تھے اور نفاذ شرع قرآنی کے اختیارات کے حامل ہوتے تھے۔

امید کرتا ہوں کہ بات واضح ہو گئی ہو گی۔

<u>۲۔ نبی / رسول تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے متعین کئے جاتے ہیں۔ پھر ان کا رسالتمآب کی طرف سے مہر لگا کر تعین و توثیق کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟</u>

یہاں تھوڑی سی وضاحت نبیوں اور رسولوں کے منصب میں فرق کے بارے میں کر دی جائے تو یقیناً معاملہ فہمی بالکل آسان ہو جائے گی۔ یہ وضاحت محترمی ڈاکٹر قمر زمان سوال و جواب کے دوران آستانہ کے بلاگ پر کر چکے ہیں:-

<u>نبی</u> اپنے لغوی معانی کی نسبت سے وہ شخصیت ہوتی ہے جو بلند مقام پر فائز ہونے کے باوصف راہنمائی کے ساتھ ساتھ نفاذ کے اختیارات بھی رکھتی ہے۔ خدا کی طرف سے مقرر کردہ نبی

اسی نسبت سے ھدایت دینے والا بھی ہوتا ہے اور حاکم وقت بھی، جہاں وہ تمام قوت نافذہ کا مرکز بھی ہوتا ہے۔

عوام میں سے نبی، درج بالا فرمان الٰہی کے مطابق وہ ہو گا جو خدا کے مقرر کردہ نبی کی جانب سے، یا نبی کی رحلت کے بعد، حکومت الٰہیہ کے موجود حکمران کی جانب سے، نفاذ احکامات الٰہی کی با اختیار سیٹ یا منصب (high executive/ administrative post) پر فائز ہو گا۔

رسول اپنے لغوی معانی کی نسبت سے احکامات الٰہی کا پہنچانے والا اور پڑھ پڑھ کر سمجھانے اور عمل کی تلقین کرنے والا ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے مقرر کردہ نبی، رسول بھی ہوتا ہے، خدا سے براہ راست تعلق کے مقام پر فائز ہوتا ہے اور اس تعلق کے باوصف براہ راست احکامات حاصل کرتا ہے۔

عوام میں سے رسول وہ راست باز قرآنی اقلیت ہے جو قرآنی اصولوں اور احکامات ہی کو ہدایت کا واحد ماخذ مان کر، رسول کے رول ماڈل کی تقلید کرتے ہوئے، ہر قوم میں اپنے ہموطنوں کو وہ احکامات پہنچانے کا فریضہ بغیر کسی معاوضے ادا کرتے رہتے ہیں۔ انہی کے بارے میں ہر گروہ سے، ان کو دوزخ میں داخل کرنے سے قبل، سوال کیا جائیگا۔۔۔ دیکھیے آیت نمبر 71 سورۃ الزمر – آگے آنے والے پیراگراف میں۔

۳- کیا نبیوں/رسولوں کا سلسلہ رسالتمآب کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو چکا؟

جو نبی/رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے متمکن کیے جاتے ہیں، ان کے لئے بھی قرآن کی رو سے ختم نبوت کے نظریے کا کوئی حتمی ثبوت نہیں ملتا۔ ایسا کہنا اس لیے بھی مشکل ہے کہ لفظ خاتم، جسکی تشریح اوپر کی جا چکی ہے، اس نظریے کی تائید نہیں کرتا۔ خاتم کا معنی آخری نہیں ہو سکتا۔ حتمی اور آخری کہنے کے لئے عربی زبان میں دوسرے الفاظ موجود ہیں جن کے استعمال سے فہم کا

کوئی اشکال بھی پیدا نہیں ہوتا[مثلاً آخر، اُخری القوم، یعنی "لوگوں میں سے آخری"، نہایۃ، انتہا = ultimate, utmost، وغیرہ]۔ اور اس ایک لفظ کے علاوہ غالباً قرآن میں کسی بھی اور جگہ اس بات کا کوئی واضح و حتمی ثبوت یا اشارہ نہیں ملتا۔

۴- اگر ہم دیگر [اللہ کے مقرر کردہ] نبیوں / رسولوں کی آمد مان لیں تو پھر موجودہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کیا موءثر ثبوت دیا جائے؟

عقیدہ ختم نبوت بنیادی طور پر آیت 40 / 33 سے ایک کمزور استنباط ہے۔ کوئی حتمی ثبوت نہیں۔ یہ صرف عیسائیت اور یہودیت سے انہی کی ضد اور مقابلے میں مستعار لیا گیا نظریہ ہے۔ گمان غالب ہے کہ ہماری قدیم مذہبی پیشوائیت نے یہ اس بنیاد پر اختیار کیا ہو گا کہ اگر یہودی اور عیسائی اپنے نبی کو آخری نبی مانتے ہیں، اور بعد ازاں مبعوث ہونے والے کسی بھی نبی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، تو کیوں نہ ہم بھی ان سے پیچھے نہ رہیں۔ ہم بھی اپنے نبی کو آخری نبی قرار دے لیں۔ اس کا جواز آیت 40 / 33 کے معانی میں تحریف اور غلط استنباط کر کے گھڑ لیا گیا۔ ہر نظریہ جتنا قدیم ہوتا جائے، اتنا ہی زیادہ مضبوطی سے ایمان و عقیدے کے طور پر ذہنوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر تشدد پرستی پر مبنی مذہبی قیادت نے اس سے اختلاف کرنے والے کو دائرہ ایمان سے خارج کرنا اور مستوجب سزا قرار دینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ خوف کے عنصر نے بھی اس نظریے کے راسخ کرنے میں مدد کی۔

یہ جھوٹے مدعیان نبوت کی توثیق نہیں:

واضح رہے کہ یہ مختصر سی بحث اللہ کے متعین کردہ نبی / رسول سے متعلق ہے۔ اور یہاں ہرگز یہ اشارہ نہیں دیا جا رہا کہ آقائے نامدار کے بعد آج تک کوئی بھی دوسرا اللہ کا عالی مقام مندوب تشریف لا چکا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جس کسی نے بھی آج تک آسمانی نبوت کا دعوٰی کیا

ہے، وہ جھوٹا ثابت ہو چکا ہے۔ مکارم اخلاق کی جن عظیم رفعتوں پر آقائے نامدار فائز تھے، کوئی بھی انسان کتنا ہی عظیم کیوں نہ رہا ہو، اس بلند درجے کے قریب بھی نہیں پھٹک سکا۔ گمان غالب یہی ہے، کہ مقدس آسمانی مندوب جب بھی کبھی مشیت الٰہی سے مبعوث و متمکن ہوا، اسکی جلالت شان کسی ثبوت اور کسی گواہی کی محتاج نہ ہوگی۔ کلام الٰہی بیشک اکمال و اتمام کے طویل مراحل سے گزر کر ایک حتمی و دائمی درجے پر فائز ہے، مگر اس کی یاد دہانی کروا کر نوع انسانی کو دوبارہ اس عروۃ الوثقٰی پر متحد کرنا شاید کسی آسمانی مندوب کے لئے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

اس توضیح پر شک کی نظر ڈالنے والے یہ بھی پیش نظر رکھیں کہ یہ تصور کوئی نیا اور انوکھا بھی نہیں کہ اس بنا پر کسی پر الزام تراشی کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کا ایک اللہ کے فرستادہ کے آنے پر روایتی طور پر ایمان پہلے سے بھی تو قائم ہے۔ [حضرت عیسٰی، امام مہدی]۔ دیگر تمام مذاہب عالم بھی آخری نجات دہندہ کے طور پر ایک آسمانی اوتار کے انتظار میں چشم براہ بیٹھے ہیں۔ یوں بھی دنیا نے ابھی پانچ، ساڑھے پانچ ارب سال سورج سے زندگی بخش حرارت حاصل کرتے رہنا ہے۔ کیا اتنی لامتناہی مدت کے لئے مولائے کائنات اس کرّے اور اس پر بسنے والی مظلوم اکثریت کو طاقتور سرمایہ دار کے خونی پنجوں سے بچانے کے لئے کسی نجات دہندہ کو نہیں بھیجے گا؟ کیا اس کے بندے سدا ظلم، بربریت اور استحصال کی چکی میں پستے رہیں گے؟

۵۔ کیا واقعی عوام میں سے رسولوں کا سلسلہ مستقل قائم رہتا ہے؟

ملاحظہ فرمایئے آیت مبارکہ:

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ

رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۔ [39/71]

[ترجمہ] اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا، ہانکے جائینگے جہنم کی طرف گروہوں کی شکل میں، یہاںتک کہ جب وہ پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائینگے اور اس کا دربان ان سے کہیگا کہ کیا تمہی میں سے رسول تم تک نہیں پہنچے تھے، تمہیں تمہارے پالنہار کا فرمان تعمیل کے لئے پڑھ کر سناتے ہوئے؟ اور آج کے تمہارے اس یوم حساب کے بارے میں پیش آگاہی دیتے ہوئے؟ وہ کہیں گے، بیشک۔ مگر تب تک انکار کرنے والوں کے لئے سزا کا حکم نافذ ہو چکا ہو گا۔

ثابت ہوا کہ:

۱۔ انکار کرنے والے ہر زمانے میں حساب دینے کے ذمہ دار ہونگے اور گروہ در گروہ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے۔

۲۔ ان سے ہر دور میں پوچھا جاتا رہیگا کہ کیا رسول ان تک نہیں پہنچے تھے۔

۳۔ یہ رسول انہی کی قوموں / معاشروں میں سے ہونگے۔

۴۔ یہ معاشرے میں سے وہ لوگ ہونگے جو اللہ کا کلام یعنی قرآن انہیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہونگے۔

۵۔ یہ انہیں نافرمانی کے نتائج سے بھی پیش آگاہ کرتے رہینگے۔

۶۔ جہنمی یعنی قرآن کے احکامات سے انکار کرنے والے تسلیم کریں گے کہ رسول ان کے پاس آتے رہے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے ایک اور آیت مبارکہ:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [14/4]

[ترجمہ] اور ہم نے ہر رسول اسطرح بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو اپنی ہی زبان میں کھول کر سمجھا سکے۔۔۔۔۔

اس سے ثابت ہوا کہ رسولوں کا ہر قوم میں ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہر قوم کو اس کی اپنی زبان میں احکامات الٰہی سمجھا کر پہنچائے جا سکیں۔

اب غور فرمائیں کہ صرف پاک و ہند میں ہی شاید کئی سو[100] کے لگ بھگ زبانیں اور اس سے کہیں زیادہ علیحدہ علیحدہ لب و لہجے موجود ہیں۔[یقینی تعداد کے بارے میں نہیں کہ سکتا] :

اب یہ جواز کیسے پیش کیا جائے کہ دنیا کی ہر قوم میں اسکی اپنی زبان بولنے والے رسول کی آمد ہوئی ہے؟

اگر نہیں ہوئی تو کیا ایسی تمام قومیں جن کی زبان میں رسول یا ہدایت کی کتاب نہیں نازل ہوئی، یہ نہ کہیں گی کہ ہم تو اللہ کا دین قبول کرنے کے اس لئے مکلف ہی نہیں تھے کہ ہمیں ہماری زبان میں سمجھانے والا کوئی رسول نہ تھا؟

جو تصور نبی / رسول کے بارے میں ہمیں قبل ازیں دیا گیا ہے اور جو ہمارے ذہنوں میں راسخ ہے، اس کے مطابق تو ہماری اپنی اپنی زبانوں میں رسول آیا ہی نہیں۔

پس:

لا محالہ ہمیں نبی / رسول کے بارے میں قرآن میں دئے ہوئے اس نظریے کو تسلیم کرنا ہو گا کہ نبی / رسول خدا کے احکامات کی تعلیم دینے والے وہ عام لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی عہدے پر تعیناتی کے ذریعے احکامات الٰہی کے نفاذ کی، یعنی رسول اللہ کے منصب عالی کی، سرکاری ڈیوٹی انجام دیتے ہیں[نبی]۔ یا وہ جو رسول اللہ کو رول ماڈل مان کر ازخود[voluntarily] معاشرے میں احکامات الٰہی کی تفہیم و ترویج کا مقدس فریضہ انجام دیتے ہیں[رسول]۔

اس ضمن میں آپ کو قرآن خالص کی درست تعلیم دینے والے تمام راسخ العقیدہ اساتذہ بھی رسول ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ نیز معاشرے میں موجود اسی نوعیت کی تعلیم و تلقین کرنے والے آپ کے دوست یا واقف کار بھی رسول کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور یہی وہ رسول ہیں جنکے بارے میں ہر ایک سے سوال کیا جائیگا اور وہ یہ ہرگز نہیں کہہ سکے گا کہ اللہ کا رسول تو میری پیدائش سے چودہ سو سال قبل وفات پا چکا تھا۔